فہمِ قرآن، تفاسیر کی روشنی میں

ڈاکٹر احسان الحق

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الحجرات ۴۹ : ۱۱)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے۔ جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں۔

مفاتیح الغیب: فخرالدین رازیؒ

یہاں ایک مومن کا دوسرے مومن کے ساتھ باہمی تعلق واضح کیا گیا ہے۔ ایک مومن دوسرے مومن کے لیے یا حاضر ہو گا یا غائب۔ اگر وہ حاضر ہے تو اس کا حق یہ ہے کہ اس کا مذاق نہ اڑایا جائے، اور اس کے ساتھ خلافِ ادب رویہ اختیار نہ کیا جائے۔ اس آیت میں تین الفاظ بالترتیب بیان کیے گئے ہیں: سخریہ، لمز اور نبز۔

سخریہ (تمسخر) یہ ہے کہ انسان اپنے بھائی کو احترام کی نظر سے نہ دیکھے، اور اس کو اس کے مرتبہ سے گرائے۔ اس مقصد کے لیے اس کے عیوب کا ذکر ضروری نہیں ہوتا۔ اس لیے بعض لوگ، جب ان کے کسی مخالف کا ذکر ان کی مجلس میں ہوتا ہے، تو کہتے ہیں کہ "وہ بھی کوئی آدمی

ہے"۔ ہدایتِ الٰہی یہ ہے کہ اپنے بھائی کو حقیر نہ جانو اور نہ اسے چھوٹا سمجھو۔

لمز کا مطلب یہ ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کا عیب اس کی غیر موجودگی میں بیان کرے۔ یہ عمل پہلے کے مقابلہ میں نسبتاً کم درجے کا ہے۔ کیونکہ تمسخر میں ایک انسان دوسرے انسان کو قابلِ التفات ہی نہیں سمجھتا' بلکہ وہ اس کو ایک کھلونا بنا دیتا ہے۔ جب کہ لمز میں وہ اس کی عیب جوئی کرتا ہے۔

نبز (برے القاب سے پکارنا) لمز سے کم درجے کی چیز ہے' کیونکہ اس میں کہنے والا اپنے مقابل کو ایسی بری صفت سے متصف قرار دیتا ہے' جو اس کے اندر موجود ہوتی ہے۔ ... مراد ایسے برے القاب ہیں جن سے سننے والے کو اذیت یا تکلیف ہوتی ہے۔

ان آیات میں چند نکات قابلِ توجہ ہیں۔

مردوں اور عورتوں کے لیے جمع کے صیغے استعمال کیے گئے ہیں کیونکہ تمسخر اور تکبر کا اظہار عموماً علانیہ کیا جاتا ہے۔ مردوں کا استہزا مردوں کے مجمع میں' اور عورتوں کا تمسخر عورتوں کی مجلس میں ہوتا ہے۔

عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ ارشاد فرما کر اس گناہ کی کراہت کو واضح کیا گیا ہے۔ جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے' اور جس کی منزلت کو کم کیا جا رہا ہے' اس کے درجات فوراً اللہ تعالیٰ بلند فرما دیتے ہیں۔ ... لہٰذا جو انسان کسی کو اس کے فقر کی وجہ سے یا کمزور ہونے کی بنا پر حقیر جانے گا' وہ خود بھی فقر' تنہائی اور بے چارگی کے خطرات سے محفوظ نہیں ہو گا۔

لمز میں اَنْفُسَكُمْ کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایک انسان کی عیب جوئی خود اس پر لوٹتی ہے' گویا وہ اپنے آپ کو عیب لگا رہا ہے۔ عیب جو اپنے عمل سے اس برائی کا دروازہ کھولتا ہے جس کی زد میں وہ خود بھی آتا ہے۔ گویا وہ دوسروں کو اکساتا ہے کہ اس کی اس حرکت کا جواب دیا جائے۔ چنانچہ اس کی عیب جوئی خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ ...

لَا تَنَابَزُوْا مشارکت کا صیغہ ہے' جب کہ لمز کے لیے لَا تَلْمِزُوْٓا ہی فرمایا۔ کیونکہ عیب جو فوراً ہی کسی کے عیب کو تلاش نہیں کر پاتا بلکہ وہ کھوج میں لگا رہتا ہے کہ کوئی عیب اس کے ہاتھ آجائے۔ جب کہ نبز (لقب دینا) نسبتاً آسان ہے۔ اگر آپ کسی کو گدھا کہیں گے' تو وہ فوراً آپ کو بیل کہہ دے گا۔

ایمان کے بعد فسق کی شہرت کتنی ناپسندیدہ ہے: یہ ان تمام برائیوں کے ارتکاب کی انتہائی مذمت ہے' یعنی کتنے افسوس کا مقام ہے کہ کوئی مومن ایمان کا مرتبہ پا لینے کے بعد ان فاسقانہ

اعمال کے ارتکاب کی شہرت پا جائے۔

جو کوئی ان اعمال کی سنگینی پر مطلع ہونے کے بعد بھی توبہ نہ کرے گا وہ ظالم ہے: اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ جو شخص ان اعمال کو صغائر گردان کر ان پر اصرار کرے گا وہ ظالم ہے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ تمسخر و استہزا' عیب جوئی اور برے القاب سے ایک دوسرے کو پکارنے سے آیندہ کے لیے بچا جائے' اور ماضی میں جو کچھ ہو چکا ہے اس پر سچے دل سے توبہ اور اظہارِ ندامت کیا جائے۔

روح المعانی: محمود آلوسیؒ

لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ: بعض کے نزدیک سخریہ کا مفہوم کسی شخص کی اس کی موجودگی میں ہنسی اڑانا ہے۔ ...

اپنے آپ کو عیب نہ لگاؤ اس لیے کہا کہ مومنوں کی مثال نفسِ واحدہ کی ہے۔ جب ایک مومن دوسرے مومن کی عیب جوئی کرتا ہے' گویا وہ اپنی عیب جوئی کرتا ہے۔ ... سخریہ سے مراد کسی شخص کی اس کے سامنے ہنسی اڑاتے ہوئے توہین کرنا اور لمز سے مراد اس کے عیوب پر مطلع کرنا ہے' چاہے وہ اس میں موجود ہوں یا نہ ہوں' ہنسی اڑانے کے قابل ہوں یا نہ ہوں۔ گویا دوسروں کی عیب جوئی کر کے اپنی عیب جوئی کا دروازہ نہ کھولو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "کبیرہ گناہوں میں یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے"۔ اور اس کی تشریح آپؐ نے یوں فرمائی "اگر وہ دوسروں کے والدین کو گالی دے گا' دوسرے بھی اس کے والدین کو گالی دیں گے"۔

نبز مذمت کے لیے خاص ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ علما کا اتفاق ہے کہ کسی انسان کو ایسے لقب سے پکارنا جسے وہ پسند نہ کرتا ہو' یا اس کے ماں باپ کی طرف کوئی ناپسندیدہ نسبت کر کے پکارنا حرام ہے۔ ...

فرمایا' ایمان اور فسق جمع نہیں ہو سکتے۔ یہاں فسق سے مراد برے القاب سے پکارنا ہے۔ ان القاب سے وہ القاب مستثنیٰ ہیں جو بظاہر قبیح ہوں' لیکن ان سے مقصد کسی کو ایذا پہنچانا یا کسی کی شان کم کرنا نہیں ہے۔

الجامع لاحکام القرآن: محمد بن احمد قرطبیؒ

ہو سکتا ہے کہ جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ زیادہ صاف ضمیر اور دل کا پاک ہو' اور مذاق اڑانے والا اس شخص کی تحقیر کے ظلم کا مرتکب ہو رہا ہو جسے اللہ نے معزز بنایا۔ عمرو بن شرجیل

کا قول ہے کہ اگر میں کسی کو دیکھوں کہ وہ بکری کے بچے کو دودھ پلا رہا ہے اور میں اس کا مذاق اڑاؤں تو مجھے ڈر ہے کہ میں خود بھی وہی کچھ نہ کروں جو اس نے کیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت صفیہؓ کے بارے میں ہاتھ سے ان کے چھوٹے قد کی طرف اشارہ کیا' تو آپؐ نے فرمایا' کہ تو نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر سمندر اس سے آلودہ کیا جائے تو وہ آلودہ ہو جائے۔

امام طبریؒ فرماتے ہیں کہ لمز ہاتھ' آنکھ' زبان اور اشارہ سے ہوتا ہے۔ اور ھمز صرف زبان سے ہوتا ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: "تم میں ایک شخص اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکہ دیکھ لیتا ہے' لیکن اپنی آنکھ کے شہتیر کو چھوڑ دیتا ہے"۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے: آدمی اگر عقلمند اور ڈرنے والا ہو' تو اس کا ورع (احتیاط) اور اپنے عیوب پر نظر' اسے دوسرے کے عیوب سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ جس طرح ایک بیمار کے درد' اسے تمام لوگوں کے درد اور تکالیف سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ ...

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تنابز بالالقاب سے باز آنے کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شخص کو اس کی سابقہ گناہ آلود زندگی پر عار نہ دلائی جائے' جب کہ وہ سچے دل سے توبہ کر چکا ہو۔ آپؐ نے فرمایا: "جس نے کسی مومن کو اس کے توبہ کردہ گناہ پر عار دلائی تو اللہ پر واجب ہے کہ وہ اس کو (اسی گناہ) میں مبتلا کرے اور اسے دنیا و آخرت میں رسوا کرے"۔

معارف القرآن: مفتی محمد شفیعؒ

سورہ حجرات کے شروع میں نبی کریمؐ کے حقوق اور آداب کا بیان آیا۔ پھر عام مسلمانوں کے باہمی حقوق و آداب معاشرت کا بیان شروع ہوا' سابقہ دو آیتوں میں ان کی اجتماعی و جماعتی اصلاح کے احکام بیان ہوئے' مذکور الصدر آیتوں میں اشخاص و افراد کے باہمی حقوق و آداب معاشرت کا ذکر ہے۔ ...

سخریہ و تمسخر کسی شخص کے سامنے اس کا اس طرح ذکر کرنا ہے کہ اس سے لوگ ہنس پڑیں اور یہ سب چیزیں بہ نص قرآن حرام ہیں۔ ... حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں اگر کسی کتے کے ساتھ بھی استہزا کروں تو مجھے ڈر ہوتا ہے کہ میں خود کتا نہ بنا دیا جاؤں۔ ...

لمز کے معنی کسی میں عیب نکالنے اور عیب ظاہر کرنے یا عیب پر طعنہ زنی کرنے کے ہیں۔ ... علما نے فرمایا ہے کہ انسان کی سعادت اور خوش نصیبی اس میں ہے کہ اپنے عیوب پر نظر رکھے' ان کی اصلاح کی فکر میں لگا رہے۔ جو ایسا کرے گا اس کو دوسروں کے عیب نکالنے اور بیان کرنے کی فرصت ہی نہ ملے گی۔ ہندوستان کے آخری مسلمان بادشاہ ظفر نے خوب فرمایا ہے۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر' رہے دیکھتے لوگوں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر' تو جہاں میں کوئی برا نہ رہا

تدبر قرآن : امین احسن اصلاحی

اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرافت و رذالت کا انحصار آدمی کے ایمان و عمل پر ہے' اور ایمان و عمل کا صحیح وزن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی میزانِ عدل سے معلوم ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو بہت بڑی چیز سمجھ رہا ہو' لیکن قیامت کے دن کھلے کہ خدا کی میزان میں اس کا وزن پرِکاہ کے برابر بھی نہیں ہے۔ اسی طرح امکان اس کا بھی ہے کہ جس کو اہلِ دنیا نے کبھی اپنی آنکھوں میں جگہ نہیں دی' قیامت کے دن پتا چلے کہ خدا کی بادشاہی میں جو مقام اس کا ہے وہ ان لوگوں کا نہیں ہے جنھوں نے اس کو حقیر جانا۔...

لمز کے معنی کسی پر طعن کرنا' آنکھوں سے اشارہ کرتے ہوئے اس پر کوئی طنز آمیز فقرہ چست کر دینا ہے۔... اس قسم کے زہر آلود فقرے قائل کے حسد کی بھی غمازی کرتے ہیں اور اس کے تکبر و غرور کی بھی اور ان کا اثر دوسروں پر یا تو حوصلہ شکنی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے یا نفرت و عناد کی صورت میں' اور یہ دونوں ہی چیزیں معاشرے کے اندر زہر پھیلانے والی ہیں۔

اچھے القاب سے ملقّب کرنا جس طرح کسی فرد یا قوم کی عزت افزائی ہے اسی طرح برے القاب کسی پر چسپاں کرنا اس کی انتہائی توہین و تذلیل ہے۔ ہجویہ القاب لوگوں کی زبانوں پر آسانی سے چڑھ جاتے ہیں اور ان کا اثر نہایت دور رس اور نہایت پائیدار ہوتا ہے۔ ان کی پیدا کی ہوئی تلخیاں پشت ہا پشت تک باقی رہتی ہیں۔ اور اگر معاشرے میں یہ ذوق اتنا ترقی کر جائے کہ ہر گروہ کے شاعر' ادیب' ایڈیٹر اور لیڈر اپنی ذہانت اپنے حریفوں کے لیے برے القاب ایجاد کرنے پر لگا دیں تو پھر اس قوم کی خیر نہیں ہے۔ اس کے وحدت لازماً پارہ پارہ ہو کر رہتی ہے۔...

بِئسَ اور نِعمَ کے اندر فی الجملہ مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ٹھیک معنی خیز ترجمہ یہ ہو گا کہ "نہایت ہی برا لفظ ہے فسق ایمان کے بعد"۔...

اس ٹکڑے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اوپر جن چیزوں سے روکا گیا ہے یہ سب فسق میں داخل ہیں اور اہلِ ایمان کی حسِ ایمانی اتنی بیدار ہونی چاہیے کہ ارتکابِ فسق تو درکنار لفظِ فسق سے بھی وہ نفور و بیزار ہوں۔

وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ' یہ نہایت سخت الفاظ میں ان لوگوں کو تنبیہہ ہے جو اس وضاحت کے بعد بھی اس قسم کے کسی فسق کے مرتکب ہوں گے۔ فرمایا کہ جو لوگ ان باتوں سے

توبہ نہیں کریں گے وہ یاد رکھیں کہ ظالم وہی ٹھہریں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے سامنے ایمان کی برکتیں بھی واضح کر دی ہیں اور ان کو کفر و فسق کے نتائج سے بھی اچھی طرح آگاہ کر دیا ہے۔ اب ذمہ داری لوگوں کی اپنی ہے۔ اس اتمامِ حجت کے بعد بھی جو لوگ اپنی روش سے باز نہیں آئیں گے وہ اس کے نتائج سے لازماً دوچار ہوں گے، اور یہ ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ظلم نہیں ہو گا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے بنیں گے۔

تفہیم القرآن: سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ

پچھلی دو آیتوں میں مسلمانوں کی باہمی لڑائی کے متعلق ضروری ہدایات دینے کے بعد، اہلِ ایمان کو یہ احساس دلایا گیا تھا کہ دین کے مقدس ترین رشتے کی بنا پر وہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں، اور ان کو خدا سے ڈرتے ہوئے اپنے آپس کے تعلقات کو درست رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اب آگے کی دو آیتوں میں ان بڑی بڑی برائیوں کے سدِّباب کا حکم دیا جا رہا ہے جو بالعموم ایک معاشرے میں لوگوں کے باہمی تعلقات کو خراب کرتی ہیں۔ ایک دوسرے کی عزت پر حملہ، ایک دوسرے کی دل آزاری، ایک دوسرے سے بدگمانی اور ایک دوسرے کے عیوب کا تجسس، درحقیقت یہی وہ اسباب ہیں جن سے آپس کی عداوتیں پیدا ہوتی ہیں، اور پھر دوسرے اسباب کے ساتھ مل کر ان سے بڑے بڑے فتنے رونما ہوتے ہیں۔

اس سلسلے میں جو احکام آگے کی آیتوں میں دیے گئے ہیں، اور ان کی جو تشریحات احادیث میں ملتی ہیں، ان کی بنا پر ایک مفصل قانونِ ہتکِ عزت (Law of libel) مرتب کیا جا سکتا ہے۔ مغربی قوانینِ ہتکِ عزت اس معاملے میں اتنے ناقص ہیں کہ ایک شخص ان کے تحت دعویٰ کر کے اپنی عزت کچھ اور کھو آتا ہے۔ اسلامی قانون اس کے برعکس ہر شخص کی ایک بنیادی عزت کا قائل ہے جس پر حملہ کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔

مذاق اڑانے سے مراد محض زبان ہی سے کسی کا مذاق اڑانا نہیں ہے، بلکہ کسی کی نقل اتارنا، اس کی طرف اشارے کرنا، اور اس کی بات پر یا اس کے کام یا اس کی صورت یا اس کے لباس پر ہنسنا، یا اس کے کسی نقص یا عیب کی طرف لوگوں کو اس طرح توجہ دلانا کہ دوسرے اس پر ہنسیں، یہ سب بھی مذاق اڑانے میں داخل ہیں۔ اصل ممانعت جس چیز کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کی کسی نہ کسی طور پر تضحیک کرے، کیونکہ اس تضحیک میں لازماً اپنی بڑائی اور دوسرے کی تذلیل و تحقیر کے جذبات کار فرما ہوتے ہیں جو اخلاقاً سخت معیوب ہیں، اور مزید برآں اس سے دوسرے شخص کی دل آزاری بھی ہوتی ہے جس سے معاشرے میں فساد رونما ہوتا ہے۔

اسی بنا پر اس فعل کو حرام کیا گیا ہے۔

مردوں اور عورتوں کا الگ الگ ذکر کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مردوں کے لیے عورتوں کا مذاق اڑانا یا عورتوں کے لیے مردوں کا مذاق اڑانا جائز ہے۔ دراصل جس وجہ سے دونوں کا ذکر الگ الگ کیا گیا ہے‘ وہ یہ ہے کہ اسلام سرے سے مخلوط سوسائٹی ہی کا قائل نہیں ہے۔ ایک دوسرے کی تضحیک عموماً بے تکلف مجلسوں میں ہوا کرتی ہے‘ اور اسلام میں یہ گنجائش رکھی ہی نہیں گئی ہے کہ غیر محرم مرد اور عورتیں کسی مجلس میں جمع ہو کر آپس میں ہنسی مذاق کریں۔ اس لیے اس بات کو ایک مسلم معاشرے میں قابلِ تصور نہیں سمجھا گیا ہے کہ ایک مجلس میں مرد کسی عورت کا مذاق اڑائیں گے یا عورتیں کسی مرد کا مذاق اڑائیں گی۔

لفظ لمز استعمال ہوا ہے جس کے اندر طعن و تشنیع کے علاوہ متعدد دوسرے مفہومات بھی شامل ہیں‘ مثلاً چوٹیں کرنا‘ پھبتیاں کسنا‘ الزام دھرنا‘ اعتراض جڑنا‘ عیب چینی کرنا‘ اور کھلم کھلا یا زیرِ لب یا اشاروں سے کسی کو نشانہ ملامت بنانا۔ یہ سب افعال بھی چونکہ آپس کے تعلقات کو بگاڑتے ہیں اور معاشرے میں فساد برپا کرتے ہیں اس لیے ان کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ کلامِ الٰہی کی بلاغت یہ ہے کہ لَا یَلْمِزْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا (ایک دوسرے پر طعن نہ کرو) کہنے کی بجائے لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ (اپنے اوپر طعن نہ کرو) کے الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں‘ جن سے خود بخود یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ دوسروں پر زبانِ طعن دراز کرنے والا دراصل خود اپنے آپ کو مطعون کرتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ کسی شخص کی زبان دوسروں کے خلاف بدگوئی کے لیے اس وقت تک نہیں کھلتی جب تک اس کے دل میں برے جذبات کا لاوا خوب پک کر پھوٹ پڑنے کے لیے تیار نہ ہو گیا ہو۔ اس طرح ان جذبات کی پرورش کرنے والا دوسروں سے پہلے اپنے نفس کو تو بدی کا آشیانہ بنا چکا ہے۔ پھر جب وہ دوسروں پر چوٹ کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود اپنے اوپر چوٹیں کرنے کے لیے دوسروں کو دعوت دے رہا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی اپنی شرافت کی بنا پر اس کے حملوں کو ٹال جائے۔ مگر اس نے تو اپنی طرف سے یہ دروازہ کھول ہی دیا کہ وہ شخص بھی اس پر حملہ آور ہو جس کو اس نے اپنی زبان کے تیروں کا ہدف بنایا ہے۔

لَا تَنَابَزُوْا کے حکم کا منشا یہ ہے کہ کسی شخص کو ایسے نام سے نہ پکارا جائے یا ایسا لقب نہ دیا جائے جو اس کو ناگوار ہو اور جس سے اس کی تحقیر و تنقیص ہوتی ہو۔ مثلاً کسی کو فاسق یا منافق کہنا‘ کسی کو لنگڑا یا اندھا یا کانا کہنا۔ کسی کو اس کے اپنے یا اس کے ماں باپ یا خاندان کے کسی عیب یا نقص سے ملقّب کرنا۔ کسی کو مسلمان ہو جانے کے بعد اس کے سابق مذہب کی بنا پر

یہودی یا نصرانی کہنا۔ کسی شخص یا خاندان یا برادری یا گروہ کا ایسا نام رکھ دینا جو اس کی مذمت اور تذلیل کا پہلو رکھتا ہو۔ اس حکم سے صرف وہ القاب مستثنیٰ ہیں جو اپنی ظاہری صورت کے اعتبار سے تو بدنما ہیں مگر ان سے مذمت مقصود نہیں ہوتی بلکہ وہ ان لوگوں کی پہچان کا ذریعہ بن جاتے ہیں جن کو ان القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی بنا پر محدثین نے اسماء الرجال میں سلیمان الاعمش (چندھے سلیمان) اور واصل الاحدب (کبڑے واصل) جیسے القاب کو جائز رکھا ہے۔ ایک نام کے کئی آدمی موجود ہوں اور ان میں سے کسی خاص شخص کی پہچان اس کے کسی خاص لقب ہی سے ہوتی ہو تو وہ لقب استعمال کیا جا سکتا ہے اگرچہ وہ بجائے خود برا ہو۔ مثلاً عبداللہ نام کے کئی آدمی ہوں اور ایک ان میں سے نابینا ہو تو آپ اس کی پہچان کے لیے نابینا عبد اللہ کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح ایسے القاب بھی اس حکم کے تحت نہیں آتے جن میں بظاہر تنقیص کا پہلو نکلتا ہے مگر درحقیقت وہ محبت کی بنا پر رکھے جاتے ہیں اور خود وہ لوگ بھی جنھیں ان القاب سے یاد کیا جاتا ہے، انھیں پسند کرتے ہیں، جیسے ابو ہریرہ اور ابو تراب۔

ایک مومن کے لیے یہ بات سخت شرمناک ہے کہ مومن ہونے کے باوجود بدزبانی اور شہد پن میں نام پیدا کرے۔ ایک کافر اگر اس لحاظ سے مشہور ہو کہ وہ لوگوں کا مذاق خوب اڑاتا ہے، یا پھبتیاں خوب کستا ہے، یا برے برے نام خوب تجویز کرتا ہے، تو یہ انسانیت کے لحاظ سے خواہ اچھی شہرت نہ ہو کم از کم اس کے کفر کو تو زیب دیتی ہے۔ مگر ایک آدمی اللہ اور اس کے رسول اور آخرت پر ایمان لانے کے بعد ایسے ذلیل اوصاف میں شہرت حاصل کرے تو یہ ڈوب مرنے کے لائق بات ہے۔

(تفاسیر سے اقتباسات کی تلخیص و تدوین کی گئی ہے)